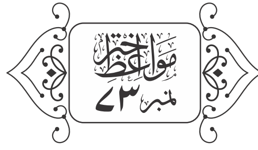
مواعظ اختر
نمبر ۷۳

نفس کو مغلوب کرنے کا طریقہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



نفس کو مغلوب کرنے کا طریقہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: نفس کو مغلوب کرنے کا طریقہ

نامِ واعِظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدِّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطب زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ: ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ مطابق ۷ اپریل ۱۹۹۱ء بروز اتوار، بعد فجر

مقام: مسجد اشرف، گلشن اقبال، کراچی

موضوع: گناہوں کے تقاضے اور ذکر کی اہمیت

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: اِدارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات **صفحہ نمبر**



نفس کو مغلوب کرنے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(سورۃ الانفال: آیۃ ۴۵)

وَقَالَ تَعَالٰی: وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ○ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا ○

(سورۃ المزمل: آیات ۸ تا ۱۰)

معتکف حضرات کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متعلق مضمون بیان کررہا ہوں کیونکہ حالتِ اعتکاف میں کسی اور قسم کی بات چیت کرنا اپنا وقت ضائع کرنا ہے اور اعتکاف کے مقصد کو فوت کرنا ہے۔ جب اللہ کے گھر میں دس دن کے لئے بستر لگا دیا تو بس پھر اللہ ہی اللہ ہونا چاہیے۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ حالتِ ذکر میں تین شعر پڑھا کرتے تھے۔ یہ روایت ایک عالم، مفتی اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

نقل فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حالتِ ذکر میں تین شعر پڑھا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب، حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے عاشقوں میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق ان کے اشعار سے پتا چلتا ہے، چوبیس ہزار دفعہ اللہ اللہ کرتے تھے جبکہ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے ایک ہزار دفعہ بتایا تھا۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ اب زمانہ ضُعف کا ہے، خالص گھی کھانے والی ہڈیاں نہیں ہیں، اب ایک ہزار[1] دفعہ جو اللہ اللہ کرلے تو وہ بھی غنیمت ہے۔

شیخ کے قریب بیٹھنے سے زیادہ نفع ہوگا

جو صاحب باہر دور بیٹھے ہیں ان سے کہتا ہوں وہ اندر ہال میں آجائیں۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے! یہ نہ سوچئے کہ لاؤڈ اسپیکر سے ہم آواز تو سن رہے ہیں لٰہذا قریب بیٹھنے سے کیا فائدہ؟ جو قریب بیٹھتا ہے اس کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے جیسے آگ دور سے نظر آتی ہے مگر جو دور بیٹھ کر آگ کو دیکھ رہا ہے وہ سردی سے کانپتا رہے گا کیونکہ گرمی اس کو ملتی ہے جو قریب بیٹھتا ہے۔ ایسے ہی کان کی قوتِ سامعہ ہے، اگرچہ دور سے لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے استفادہ ہو رہا ہے لیکن نفع اس کو ہوتا ہے جو قریب بیٹھتا ہے اور جب قرب کی دولت ملے تو بُعد اختیار کرنا تفاؤل، نیک شگون کے بھی خلاف ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔

دست بوسی چوں رسید از دستِ شاہ
پائے بوسی آں زماں باشد گناہ

جب بادشاہ ہاتھ چومنے کا موقع دے پھر پَیر چومنا گناہ ہے۔ بادشاہ کے دل سے ہاتھ زیادہ قریب ہے یا پَیر؟ یہاں بادشاہ سے مراد اللہ والا ہے، شیخ ہے۔

---

[1] نوٹ: یہ وعظ ۱۹۹۱ء کا ہے اُس وقت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک ہزار دفعہ اللہ اللہ بتاتے تھے، بعد میں امت کے ضعف کی وجہ سے صرف ایک تسبیح مقرر فرمادی تھی۔ (جامع)

اگر شیخ ہاتھ دے کہ یہ لو بوسہ لو اور آدمی کہے کہ صاحب ناچیز، حقیر، فقیر، عبدالقدیر کہاں اس قابل ہے؟ ایسے وقت میں تواضع مت کرو، پیر مت چومو، دوری اختیار مت کرو، اسبابِ دوری سے بھی بچنا چاہیے۔ حضرت جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے حج اور عمرہ عطا فرمایا، رات کو نفلیں اور مناجات کی توفیق عطا فرمائی یا کسی زمانہ میں بھی اس نے اشکبار آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی حضوری سے اپنی روح کو مشرف کیا ہو۔

عالم ہے کہ بے لاگ پڑا سوتا ہے
غفلت میں ہر اک شخص پڑا ہوتا ہے
اے دوست مگر رات کے سناٹے میں
لے لے کے ترا نام کوئی روتا ہے

پھر اس کو گناہ سے بہت بچنا چاہیے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یارِ شب را روز مہجوری مدہ
جانِ قربت دیدہ را دوری مدہ

اے خدا! جسے آپ نے راتوں میں اپنی یاد کا شرف بخشا اس کو اپنی دوری کا دن نہ دکھایئے۔

یارِ شب را روز مہجوری مدہ

اے خدا! جن کو آپ نے راتوں کو اپنی محبت سے نوازا، راتوں کو اشکبار آنکھیں نصیب فرمائیں، کسی وقت بھی ان کو جدائی کا دن نہ دکھایئے۔

گناہوں سے قربِ الٰہی کی دولت چھن جاتی ہے

جدائی کا دن اللہ نہیں دکھاتا، ہم گناہ کر کے اپنے کو خدا سے دور کر لیتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص خوشبودار اور لطیف المزاج محبوب کے پاس

بیٹھا ہوا ہے اور اچانک اس نے اپنے اوپر کوئی گندگی لگا لی تو محبوب کیا کہے گا؟ یہی کہ اب ہمارے تحمل سے باہر ہے، یہاں سے جلدی نکلو، جاؤ اور صاف ہو کر کے آؤ۔ تو گناہوں سے انسان اللہ کے قرب کی دولت سے محروم کر دیا جاتا ہے لہٰذا بندہ خود اپنے اختیار سے خدا سے دور ہوتا ہے۔ خدا دور نہیں ہوتا وہ تو ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ اے اللہ! رات کے دوست کو جدائی کا دن نہ دِکھا یعنی کسی گناہ میں ابتلاء نہ ہونے دیجئے اور جس جان نے آپ کے قرب کا مزہ چکھ لیا اس کو دوری کا عذاب نہ دیجیے۔ جن جانوں نے آپ کے قرب کا مزہ چکھ لیا، اے خدا! ان کو معصیت اور اسبابِ معصیت سے اتنا دور کر دے جتنا شرق اور غرب میں فاصلے ہوتے ہیں۔ رسولِ خدا ﷺ نے مانگا کہ:

((اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب ما یقرأ بعد التکبیر، ج ۱ ص ۱۰۳)

اے خدا! ہمارے اور گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا مشرق اور مغرب میں فاصلہ ہے۔

عورتوں کو ملازمت کے لئے گھروں سے نکالنا ظلمِ عظیم ہے

آج کل تو ذرا مال ہاتھ میں آیا تو لڑکی پی اے رکھ لیتے ہیں، اب بغیر پئے ہر وقت پئے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جس عورت پر نظر ڈالنا حرام تھا اس کو اپنے سامنے پی اے بنائے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مرد ملازم ملتے ہی نہیں اور آج کل سائنسدانوں نے اور ترقی یافتہ لوگوں نے یہ بات پھیلا رکھی ہے کہ خواتین کو مساوات دینا چاہیے، ان کو نوکری دینی چاہیے تاکہ ان میں احساسِ محرومی پیدا نہ ہو۔ لیکن خواتین پر اس سے بڑا ظلم کوئی نہیں ہے

کہ انہیں نوکریوں کے لئے گھروں سے نکالا جائے۔مجبوری کی بات اور ہے مثلاً کوئی بہت ہی مجبور ہو، شوہر مر گیا ہو، کوئی ذریعہ نہ ہو تو وہ نوکری کر لے لیکن اس کی مجبوری بھی دور کی جاسکتی ہے، کوئی شخص جس کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہو وہ اس سے نکاحِ ثانی کر لے۔ بہرحال یہ جو اشکال کرتے ہیں کہ صاحب عورتوں کو بھی نوکری ملنی چاہیے، اس سے بہت ترقی ہوتی ہے، میں کہتا ہوں اس سے بڑھ کر تنزلی کوئی نہیں ہے۔ عورتوں کی ملازمت سے امت کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کے باپ نے اپنے بیٹے کو محنت کر کے قرضہ لے کر ایم ایس سی کرایا، بی ایس سی کرایا اور اس کے بعد جب اس نے نوکری کی درخواست دی تو وہ جگہ کسی عورت کو دے دی گئی جس کا شوہر پہلے سے نوکر تھا، اب وہ ڈبل مالدار ہو گئے، پانچ ہزار شوہر صاحب اور پانچ ہزار بیوی صاحبہ کمانے لگے اور وہ غریب کا لڑکا جس کے باپ نے رو رو کر، قرضہ لے کر اسے پڑھایا تھا وہ محروم روتا ہوا آیا، اس کے ماں باپ بھوکوں مر رہے ہیں۔ ایک گھر میں ایک بھی چراغ نہیں جلا اور ایک گھر میں دو چراغ جل رہے ہیں۔ آپ خود سوچئے، یہ عقل کا اندھا پن ہے یا نہیں؟ جو شخص وحی الٰہی سے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوتا ہے اس کی روح بے نور ہو جاتی ہے۔ ان کو روشنی کہاں ملتی ہے؟ چاند پر جانے والوں کی عقل ماری ہوئی ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے کیا خوب شعر کہا تھا ؎

تسخیرِ مہر و ماہ مبارک تجھے مگر
دل میں اگر نہیں تو کہیں روشنی نہیں

ذکر اللہ سے عقل میں نور آتا ہے

اس لئے علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن بھی

جب تک اللہ اللہ نہیں کرے گا، اس کے دل میں بھی نور نہیں آئے گا اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو فکر پر مقدم کیا ہے۔ یہ جو نام نہاد مفکّرِ اسلام بنے ہوئے ہیں، یہ اصل میں منہ پھکّڑ ہیں۔ میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے یہ مفکّر نہیں ہیں منہ پھکّڑ ہیں، ان کے پاس پھکّڑ جیسے منہ کے سوا اور کچھ نہیں ہے، اللہ اللہ کرنے والے کی قوتِ فکر یہ منور ہو کر صحیح دست رسی کرتی ہے اور صحیح مقام پر پہنچتی ہے۔

ذکر خالق کے لئے اور فکر مخلوق کے لئے ہے

لہٰذا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کو فکر پر مقدم کیا ہے:

﴿اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ وَ یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ﴾

(سورۃ اٰل عمرٰن: آیۃ ۱۹۱)

اللہ نے اس آیت میں یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ پہلے نازل کیا اور یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ کو بعد میں نازل فرمایا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ ترتیب اور شانِ نزول اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ذکر کے قوتِ فکر جامد رہتی ہے کیونکہ فکر کا تعلق خلق سے ہے اور ذکر کا تعلق خالق سے ہے۔

فرمایا کہ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، زمین و آسمان کو یاد نہیں کرتے اور یَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لیکن زمین اور آسمان کے تصورات سے، افکار سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں۔ اس آیت سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اقتباس فرمایا ہے،

جملہ احادیثِ مبارکہ آیاتِ الٰہیہ سے مقتبَس ہیں۔وہ کیا اقتباس ہے؟ ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور وخوض کرنا شروع کردیا۔ حضور ﷺ کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جو اللہ کی ذات میں غور کررہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کیسے ہیں؟ آپ ﷺ نے اس جماعت سے فرمایا:

((تَفَکَّرُوْا فِی الْخَلْقِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِی الْخَالِقِ فَإِنَّکُمْ لَنْ تَقْدِرُوْہُ

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ) فَإِنَّکُمْ لَنْ تَقْدِرُوْا قَدْرَہٗ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۲۷ ص ۹۶ و ج ۱۷ ص ۲۶۱)

دیکھو! اللہ میں غور مت کرو، اللہ کی مخلوق میں غور کرو کیونکہ تم اللہ تعالیٰ کی قدر اور اندازہ نہیں کرسکتے ہو۔ ایک محدودِ قلیل، محدودِ کثیر کا احاطہ نہیں کرسکتا مثلاً ایک گلاس ایک مٹکے کا تحمل نہیں کرسکتا، ایک مٹکا ایک حوض کو اپنے اندر نہیں لاسکتا، ایک چھوٹی نہر دریا کو اپنے اندر نہیں سما سکتی، دریا سمندر کا تحمل نہیں کرسکتا حالانکہ دونوں محدود ہیں تو معلوم ہوا کہ جب محدودِ قلیل، محدودِ کثیر کا تحمل نہیں کرسکتا تو تیری عقل کی محدود پڑیا جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کی غیر محدود ذات کا اندازہ کیسے لگاسکتی ہے؟

ایک ذرہ نے پہاڑ سے کہا کہ میں تجھے تولوں گا، مثنوی شریف میں ہے، مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایک ذرہ نے کہا اے پہاڑ رے پہاڑ، میں تجھے تولوں گا، کیا وزن ہے تیرا اور کیا تیری بلندی ہے؟

گر بیاید ذرہ سنجد کوہ را

بردرد ز آں کہ ترازوش ای فتیٰ

تو اس بیوقوف ذرہ کو سوچنا چاہیے کہ جب اپنی ترازو پر پہاڑ کو رکھے گا تو اس کی تو ترازو ہی پھٹ جاوے گی یعنی اس وقت نہ یہ ذرہ باقی رہے گا نہ اس کی ترازو سلامت رہے گی تو وزن کا خیال محض احمقانہ خیال ہوا۔

تو اللہ تعالیٰ نے ذکر کو پہلے بیان کیا اور فکر کو بعد میں، معلوم ہوا کہ جو لوگ ذکر کرتے ہیں، اللہ کو یاد کرتے ہیں، ان کی عقل اس قابل ہے کہ اس کو مقتدیٰ بنایا جائے اور جو اللہ سے غافل ہیں، ان کو جو مقتدیٰ بنائے گا تو سمجھ لو کہ ایک اندھا دوسرے اندھے کی لاٹھی پکڑے جا رہا تھا، دونوں گڑھے میں گر گئے۔ لٰہذا حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر اور فکر کا تعلق قرآن شریف سے سمجھ لو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ فکر کا تعلق خلق سے ہے اور ذکر کا تعلق خالق سے ہے اور اللہ کا تعلق مقدم ہے مخلوق کے تعلق سے، فَلِذٰلِكَ قَدَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذِکْرَہٗ اسی لئے اللہ نے اپنے ذکر کو فکر پر مقدم فرمایا ہے۔

کوئی شخص عقل سے ہدایت نہیں پا سکتا

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اِنَّ الْعَقْلَ لَا یَفِیْ بِالْھِدَایَۃِ مَا لَمْ یَتَنَوَّرْ بِنُوْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۴ ص ۵۰۲)

کوئی شخص عقل سے ہدایت نہیں پا سکتا کیونکہ عقل ہدایت کے لئے کافی نہیں ہے جب تک کہ وہ اللہ کے ذکر سے منور اور روشن نہ ہو جائے۔ جو عقل کے خالق سے وابستہ رہتا ہے، اس کی عقل اللہ کے نور سے روشن ہوتی ہے، پھر اس کا رُخ صحیح سمت میں ہو جاتا ہے اور اس کے کارنامے درست ہو جاتے ہیں۔ ارے جو مخلوق کے خالق سے دور ہوتا ہے اس کی عقل بھی گدھے کی طرح ہو جاتی ہے۔ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔ جو شخص حالتِ تقویٰ میں ہو اس کی عقل کا تجربہ کیجیے اور جس نے کوئی معصیت کی ہو، کہیں بدنگاہی کی ہو یا کسی معشوق مردہ کے تصور سے استلذاذ کر رہا ہو آپ اس کی عقل دیکھئے، اس کی گفتگو میں توازن نہیں ہوگا۔ بات کچھ کرنا چاہے گا مگر کرے گا کچھ، اس سے سوال کچھ کیجیے،

جواب کچھ دے گا۔ اللہ کی نافرمانی سے اس قدر ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

بتاؤ! دنیا میں روشنی کس سے ہے؟ آفتاب وقمر سے ہے۔ لیکن یہ سوچئے یہ بھی خدا کے بھک منگے ہیں یا نہیں؟ ان کی روشنی کہاں سے آئی ہے؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا

ور تو قد سرو را گوئی دُوتا

اے خدا! اگر آپ سورج اور چاند کو فرمادیں کہ تم بے نور رہو، مخفی ہو، تمہارے اندر کچھ نہیں اور اگر آپ سرو کے درخت کو جسے عاشق اور شاعر لوگ معشوق کے قد سے تشبیہ دیتے ہیں، اس کو آپ فرمادیں کہ تم ٹیڑھے ہو ۔

ور تو کان و بحر را گوئی فقیر

ور تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اے خدا! اگر سونے کی کانوں کو اور کروڑوں کروڑوں کے موتی والے سمندر کو آپ فرمادیں کہ تم فقیر ہو محتاج ہو، اگر عرشِ اعظم کو اور سارے آسمانوں کو آپ فرمادیں تم حقیر مخلوق ہو ۔

ایں بہ نسبت با کمالِ تو رواست

مُلک و اقبال و غناہا مرتو راست

آپ کے کمال کے مقابلہ میں آپ کو سب زیبا دیتا ہے۔ مُلک اور اقبال اور عزت اے خدا! صرف آپ کے لئے خاص ہے۔ اس لئے جس دن قیامت آئے گی اور اللہ تعالیٰ اپنا فیضِ غیبی سورج اور چاند سے ہٹالے گا، اس دن یہ بے نور ہوجائیں گے:

﴿اِذَا الشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝ وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡكَدَرَتۡ ۝﴾

(سورۃ التکویر: آیات ۱،۲)

اس دن سورج لپیٹ دیا جائے گا اور آسمان اور ستارے بے نور ہوجائیں گے کیونکہ ان کو جو بھیک مل رہی ہے وہ دستِ کرم ان سے ہٹ جائے گا، یہ سب کاسۂ گدائی لئے ہوئے حق تعالیٰ کے نور سے روشن ہیں۔تو جس کا دل خدا کو بھول جاتا ہے تو معصیت کی نحوست سے اللہ تعالیٰ کا فیضانِ کرم اس کے دل سے ہٹ جاتا ہے۔ اس لئے وہ اول فول بکتا رہتا ہے، پھر ایسے لوگوں کو ہدایت کا راستہ نہیں ملتا اور ان سے دین بھی حاصل نہیں کرنا چاہیے۔

دل کو روشن کرنے کے لئے نفس کو درمیان سے ہٹانا ہوگا

اس کی بہترین مثال مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ دیکھو چاند کی روشنی ذاتی نہیں ہے، نورِ قمر مُسْتَفَادٌ مِنْ نُّوْرِ الشَّمْسِ ہے یعنی سورج کی روشنی سے چاند روشن ہے۔ جب کرۂ ارض کا گولا سورج اور چاند کے درمیان سے حرکت کر کے جتنا ہٹ جاتا ہے تو چاند کا اُتنا حصہ روشن ہوجاتا ہے۔ جس دن آپ چاند کی پہلی تاریخ دیکھتے ہیں تو اس وقت زمین تھوڑا سا کھسکتی ہے تو سورج کی تھوڑی سی شعاعیں چاند پر پڑتی ہیں، دوسرے دن چاند اور روشن ہوتا ہے یہاں تک کہ چودہ تاریخ کو چاند پورا روشن ہوجاتا ہے کیونکہ اس تاریخ کو پورا کرۂ ارض سورج اور چاند کے درمیان سے ہٹ جاتا ہے لہٰذا سورج کا پورا فیضان چاند کو پہنچتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے نفس کو تھوڑا سا مٹاؤ گے اور کچھ کچھ گناہوں کے بھی عادی رہو گے تو تمہارے قلب کا دائرہ اللہ تعالیٰ کے نور سے پورا منور نہیں ہوگا، کچھ حصہ روشن ہوگا کچھ تاریک ہوگا، ان اندھیروں کا اثر تمہاری گفتگو، تمہاری نشست و برخاست حتیٰ کہ تمہاری تقریروں میں بھی ہوگا۔ اگر تم نے ایک چوتھائی اپنے دل کو روشن کرلیا تو تین چوتھائی اندھیرے تمہارے الفاظ میں ہوں گے، تمہارے لباس میں ہوں گے، تمہاری

تقریر میں ہوں گے، تمہاری تحریر میں ہوں گے لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ تمہارا دل سو فیصد، مثل بدر یعنی چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو جائے تو تم ہمت کر کے، کوشش کر کے نفس کے تقاضوں پر غالب آ جاؤ اور گناہوں کے تقاضوں پر عمل نہ کرو، تقاضے رہیں تو رہیں۔

نفس کے تقاضوں کی مثال کھاد کی طرح ہے

جیسے پودوں کے نیچے کھاد تو رہتی ہے، گلاب اور چنبیلی کے پودوں کے نیچے گوبر ہی تو بھرا ہوا ہے لیکن جس طرح خوشبودار پھولوں کے پودوں کی جڑوں میں گوبر اور کھاد ہے لیکن وہ غالب نہیں ہے، مٹی سے دبی ہوئی ہے، اس پر خاک پڑی ہوئی ہے اس لئے وہ پودا اوپر سے خوشبو دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے، اپنی ستاری سے پھولوں کو گوبر آلود نہیں کیا، بدبودار نہیں کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی ستاری اور پردہ پوشی ہے۔ اسی طرح اگر آپ گندے گندے تقاضے جو مثل کھاد کے آپ کے نفس میں پڑے ہوئے ہیں ان پر مٹی ڈالتے رہیں یعنی ان تقاضوں پر عمل نہ کریں، ان کو دبائے رکھیں، ان کو نامراد رکھیں اور اللہ کو اپنا مراد بناتے رہیں، پھر ان شاء اللہ آپ کی زبان سے خوشبودار مضامین بیان ہوں گے، آپ کو ذکر اللہ کی توفیق ہوگی اور گناہوں کے یہ تقاضے آپ کو کچھ مضر نہیں ہوں گے بشرطیکہ آپ ان پر عمل نہ کریں۔ یہ گندے تقاضے تقویٰ کا ایندھن ہیں، اسی سے تقویٰ کی بریانی پکائی جاتی ہے لیکن اگر کوئی ظالم کوئلہ اور لکڑی کھالے، ایندھن ہی کھالے، پکانے کے سامان کو اور آلات کو کھالے تو بتاؤ اگر لکڑی کھاؤ گے اور کوئلہ کھاؤ گے اور اوپلے کھاؤ گے، دیہاتوں میں اوپلے سے بھی تو کھانا پکایا جاتا ہے تو کیا ہوگا؟ یہ قلبِ موضوع ہوگا یا نہیں؟ جو چیز اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی بریانی پکانے کے لئے دی تھی، اِس نے ان تقاضائے معصیت پر عمل کر کے گویا گوبر کھالیا۔

گناہوں کے تقاضوں پر عمل کی عجیب مثال

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی خوشبودار پودوں گلاب اور چنبیلی کے نیچے پڑے ہوئے گوبر سے کہہ دے کہ ارے میاں! تم کہاں نیچے پڑے ہوئے ہو، جب تم اتنی طاقت رکھتے ہو کہ پھولوں کو خوشبو دیتے ہو تو چلو ہم تمہیں گلاب کی پنکھڑیوں سے مَل دیتے ہیں۔ اس نے ان کا محلول تیار کیا اور گوبر کو تمام پنکھڑیوں پر مَل دیا۔ اب جب کوئی اس پھول کو سونگھے گا تو کیا ہوگا؟ تو جو گناہوں کے تقاضوں پر عمل کرتے ہیں چاہے وہ عالم ہی کیوں نہ ہوں، ان کا تمام دردِ دل گوبر آلود ہو جاتا ہے۔ یہ مثال ابھی میرے مولیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ یہ میں نہیں بول رہا ہوں، یہ ہمارے ان بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے جن کی اختر نے غلامی کی ہے۔

ان بزرگوں میں اوّل الذکر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کی خدمت میں میرے اللہ نے مجھے اپنی جوانی پیش کرنے کی توفیق دی ورنہ ستر سال کے بوڑھے کے ساتھ سترہ سال کا نوجوان کیسے رہ سکتا ہے؟ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ حضرت کی خانقاہ جنگل میں تھی کیونکہ حضرت کا گھر قصبہ سے ایک میل دور تھا، آس پاس کسی کا گھر نہیں تھا، کئی کئی مہینہ تک کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا سوائے اس بوڑھے اللہ والے کے اور اختر کے، مگر حضرت اپنی ذات میں تنہا انجمن تھے۔ اللہ والا تنہا انجمن ہوتا ہے، اگر شیخ سے مناسبت ہو تو اس کے اللہ کہنے کے مزے اور اس کے آہ و نالوں کے مزے کے ہوتے ہوئے ساری کائنات نگاہوں سے گر جاتی ہے۔

گناہوں کی آگ کو نورِ ذکر سے بجھا دو

اس لئے آپ گوبر کو حقیر مت سمجھو، گناہوں کے تقاضوں سے

مت گھبراؤ، یہ نعمت ہے بشرطیکہ ان کو تقویٰ کے درخت کی جڑوں میں مٹی سے دبائے رکھو اور ان کو ذکر کا پانی بھی دیتے رہو ورنہ پودے کو خالی گوبر ڈالو گے اور پانی نہیں ڈالو گے تو پودا جل جائے گا۔ شدتِ کھاد سے اور طاقتِ کھاد سے پودے جل جاتے ہیں۔ اسی طرح جو ذکر اللہ نہیں کرتے تو حقیقت میں وہ اپنی روح کے پودے کو پانی سے محروم رکھ رہے ہیں، پانی بھی دینا پڑتا ہے تاکہ ان کی گرمی بجھتی رہے، نار کو نور سے بجھاتے رہو۔ آہ! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا فرمایا۔

نارِ شہوت چہ کشد؟ نورِ خدا

ارے شہوت کے تقاضوں کی آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ اس کو کیا چیز معتدل رکھ سکتی ہے؟ دیکھو یہ شعر فاعلاتُن فاعلاتُن فاعلن کے وزن پر ہے، نارِ شہوت چہ کشد؟ ابھی اس وزن میں ایک فاعلن باقی ہے۔ مولانا نے ایک ہی مصرع میں سوال بھی قائم کر دیا اور اسی مصرع میں اس کا جواب بھی دے دیا یعنی نورِ خدا۔ اور نورِ خدا کیسے ملے گا؟ اللہ کے ذکر سے۔ لہٰذا اپنے تقویٰ کے درخت کی جڑوں میں گناہوں کے تقاضوں کی کھاد ڈالو اور ذکر اللہ سے نارِ شہوت کو یعنی اس کھاد کو ٹھنڈا کرتے رہو، پھر یہی کھاد، یہی تقاضے ہمارے نورِ تقویٰ کے حامل ہوں گے اور نورِ تقویٰ کے ضامن ہوں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں سے نورِ تقویٰ تخلیق فرمائے گا۔ کیوں بھئی! آج کل مائنس پلس کے دو تاروں سے بلب میں روشنی ہوتی ہے یا نہیں؟ تو نماز، روزہ، حج، تلاوت وغیرہ یہ پلس تار ہے، اس پر آپ منفی تار جوڑیئے یعنی گناہوں کے جو تقاضے ہوں، وسوسے آئیں کہ چلو سینما دیکھ لو، بدنظری کرلو تو اس پر عمل نہیں کریں۔ شیطان کتنا ہی کہے کہ بڑا مزہ آئے گا، آپ شیطان سے کہیئے کہ۔

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے رب مرا اے دوستو ناراض ہوتا ہے

فجور کو تقویٰ پر مقدم کرنے کی وجہ

ان شاء اللہ تعالیٰ یہی معصیت کے تقاضے آپ کو اللہ تک پہنچا دیں گے بشرطیکہ ان تقاضوں پر عمل نہ کریں۔ ایک عالم محدث نے مجھ سے سوال کیا کہ:

﴿فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰهَا۞﴾

(سورۃالشمس: آیۃ ۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فجور کو تقویٰ پر کیوں مقدم کیا ہے؟ چونکہ بڑے عالم تھے اس لئے میں نے عرض کیا کہ بات یہ ہے کہ آپ موقوف علیہ پہلے پڑھاتے ہیں یا بخاری شریف پہلے پڑھاتے ہیں؟ کہا کہ موقوف علیہ پہلے ہوتا ہے۔ تو میں نے کہا کہ یہاں فجور تقویٰ کا موقوف علیہ ہے۔ اور تقویٰ کی تعریف ہے کَفُّ النَّفۡسِ عَنِ الۡهَوٰی تقویٰ نام ہے نفس کو خواہشاتِ نفسانیہ سے روکنا۔ اور نفس کی تعریف کیا ہے؟ اگر کوئی پوچھے کہ یہ نفس کیا چیز ہے جسے کہتے ہو کہ نفس کو مارو، نفس کو مارو تو نفس کہاں ہے جس کو ہم ماریں؟ تو آپ جواب دے دیجیے کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ مرغوباتِ طبعیہ غیرِ شرعیہ کا نام نفس ہے۔ نفس کی یہ تعریف حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ یعنی طبیعت کی وہ خواہشات جو شریعت کے خلاف ہوں، طبیعت کی وہ مرغوبات، طبیعت کی وہ خواہشات جن سے اللہ ناراض ہو انہیں کا نام نفس ہے، اگر اللہ راضی ہے تو مبارک ہے۔ لہٰذا اگر یہ تقاضے نہ ہوتے تو کسی کو تقویٰ اور ولایتِ خاصّہ نہ ملتی اس لئے اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

گناہوں سے دل پر ہی بے چینی کا عذاب کیوں آتا ہے؟

بعض لوگ گھبرا کر گناہ کر لیتے ہیں، کہتے ہیں کہ نفس ہر وقت پیچھے لگا ہوا ہے، چلو اس کی ڈیمانڈ پوری کر ہی دو لیکن یاد رکھو لکڑی کوئلہ کھانے کے بعد

پھر جو حال ہوگا تو بعد میں آپریشن کرانا پڑے گا، پیٹ کٹوا کر لکڑی نکالنی پڑے گی، اتنا غم اتنا غم ہوگا کہ بعض لوگوں کو دورہ پڑ گیا، ہارٹ فیل ہو گیا، بعض لوگ پاگل خانہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ لاکھ عرقِ بیدِ مشک اور افتیمون ولایتی اور خمیرہ ابریشم چاٹے مگر دل پر گناہ کا بہت زبردست غضب نازل ہوتا ہے۔ کہیں خراب نظر پڑی اور دل میں بے چینی شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فوراً دل پر عذاب نازل کرتے ہیں۔ ادھر بدنظری ہوئی، کسی معشوق یا معشوقہ کو دیکھا اور فوراً قلب پر عذاب شروع ہو گیا۔ آپ کہیں گے قلب پر عذاب کیوں شروع ہوا؟ آنکھ پر مصیبت کیوں نہیں آئی کہ آنکھ اندھی کر دی جائے؟ کان سے اس کی بات سنی تو کان کو کیوں بہرہ نہیں کر دیا گیا؟ آنکھ سے اندھا کیوں نہیں کیا گیا؟ زبان سے اس سے گپ شپ کی تو زبان کو گونگی کیوں نہیں کیا گیا؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بادشاہ کسی ملک پر حملہ کرتا ہے تو چوکیدار اور سپاہی کو پکڑتا ہے یا بادشاہ کو پکڑتا ہے؟ دل جسم کا بادشاہ ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے کہ وہ تمہارے ناک اور کان کے سپاہیوں کو پکڑیں، وہ براہِ راست قلب پر عذاب نازل کرتے ہیں، بادشاہ بادشاہ کو پکڑتا ہے، اس لئے آپ دیکھتے ہیں دل پر فوراً عذاب شروع ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے کے معنی

تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَاذْکُرُوا اللہَ کَثِیْرًا مجھ کو کثرت سے یاد کرو لیکن کثرتِ یاد کے یہ معنی نہیں کہ دماغ گرم ہو جائے، خشکی بڑھ جائے اور نیند ختم ہو جائے۔ اتنا ذکر کیجیے جس سے آپ کی صحت ٹھیک رہے۔ ایک شفیق باپ اپنے بچوں سے اتنی خدمت نہیں لے سکتا کہ بچہ بیمار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے شفیق ماں باپ سے

زیادہ رحم فرمانے والے ہیں، وہ کیسے اس کو پسند کریں گے کہ ہم اتنا ذکر کرلیں کہ خشکی بڑھ جائے، نیند حرام ہوجائے، دل میں دھڑکن شروع ہوجائے اور صحت خراب ہوجائے۔ جتنا تحمل ہوسکے اتنا ذکر کریں۔

اللہ کا راستہ تو جذب ہی سے طے ہوتا ہے

اس پر شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ارشاد یاد آیا، فرمایا کہ رستم و بھولو پہلوان ایک لاکھ مرتبہ اللہ اللہ کہہ کر جہاں پہنچ سکتے ہیں، اللہ کا کمزور بندہ پانچ سو یا ایک ہزار مرتبہ اللہ اللہ کرکے وہیں پہنچے گا، ان شاء اللہ۔ رستم و بھولو پہلوان کو اس کی طاقت کی وجہ سے ایک لاکھ مرتبہ اللہ اللہ کرنے سے بھی تھکاوٹ نہیں ہوگی لیکن ایک عام آدمی اپنی کمزوری کی وجہ سے پانچ سو مرتبہ اللہ اللہ کرے گا تو فیض دینے والی ذات تو اللہ کی ہے، ورنہ اپنی طاقت سے نہ کمزور اللہ تک پہنچ سکتا ہے نہ قوی، اللہ کے جذب ہی سے بندہ اللہ تک پہنچتا ہے اور جذب سب کے ساتھ یکساں ہے، ضعیف کے ساتھ بھی اور قوی کے ساتھ بھی۔ لہٰذا اپنی جتنی طاقت ہو اتنی پیش کردو، جتنی اپنے پاس پونجی ہے اتنی پیش کردو، باقی جذب سے وہ اپنا بنائیں گے۔ اس لئے کثرتِ ذکر سے مراد یہ ہے کہ ایک سانس بھی نافرمانی میں نہ گزرنے پائے۔

دوامِ ذکر سے کیا مراد ہے؟

مثال کے طور پر آدمی ہر وقت مومن ہے جب تک وہ کلمہ کی ضد، ایمان کی ضد یعنی کفر نہ نکالے۔ بولئے! کیا ہم لوگ اس وقت کلمہ پڑھ رہے ہیں؟ بولیں بھئی! کیا اس وقت ہم اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ پڑھ رہے ہیں؟ لیکن مومن ہیں یا نہیں؟ کیونکہ ہم نے کلمہ کی ضد، کلمہ کے خلاف کوئی بات زبان سے نہیں نکالی تو ایسے ہی دوامِ ذکر سے

مراد یہ ہے کہ کسی وقت اللہ کی نافرمانی نہ کرے کیونکہ معصیت، کامل غفلت ہے۔ ترکِ ذکر یا ذکر چھوٹ جانا یہ ناقص غفلت ہے اور گناہ جو ہیں یہ کامل غفلت ہیں لہٰذا ہلکا سا دھیان رہے کہ میں اللہ کا ہوں۔ اگر کسی بیٹے کو ہلکا سا دھیان رہے کہ میں ابّا کا ہوں تو اس کی یاد کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ربّا کے لئے بھی اتنا ہی کافی ہے کہ ہلکا سا دھیان رہے کہ میں ان کا ہوں۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
انہی کا انہی کا ہوا جا رہا ہوں

حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر مزے لے کر سناتے تھے۔

ان کے آنے کا لگا رہتا ہے دھیان
بیٹھے بٹھلائے اٹھا کرتے ہیں ہم
ایک بلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم

اللہ والے ہر ایک سے نہیں کھلتے، جب مناسبت کا کوئی مل جائے تو دریا کا دریا رواں ہو جاتا ہے اور مناسبت نہ ملے تو گونگے بیٹھے ہوئے ہیں، کچھ نہیں بولتے۔

ایک بلبل ہے ہماری رازداں
ہر کسی سے کب کھلا کرتے ہیں ہم
شاعری مد نظر ہم کو نہیں
وارداتِ دل لکھا کرتے ہیں ہم

اللہ تعالیٰ کی یاد کی خوشبو

حضرت شاہ فضل رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب تہجد میں، عبادت میں اور

مناجات میں بہت مزہ آتا تھا تو فرماتے تھے ؎

کیوں بادِ صبا آج بہت مشکبار ہے

شاید ہوا کے رُخ پہ کھلی زُلفِ یار ہے

یعنی حق تعالیٰ کی آج دل پر کوئی خاص توجہ ہے۔ حضرت شاہ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شعر بے حد پسند تھا جو اختر پیش کر رہا ہے ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

چونکہ ان کو عرشِ اعظم سے اُڑ کر خوشبو آتی تھی اور جس کو یہ خوشبو آتی ہے وہی اس کا مزہ لے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشبو اُڑ کر عرشِ اعظم سے اس فرشِ دنیا پر آتی ہے اور ذاکرین کو لگتی ہے، ہر ایک کو نہیں لگتی، ذاکرین کو لپٹ جاتی ہے۔ وہ خوشبو چلتی ہے سِکھائی ہوئی، وہ ہوائیں کوئے جاناں سے آتی ہیں اور اللہ سِکھا کے بھیجتا ہے کہ جو مجھے یاد کر رہے ہیں ان سے لپٹ جانا، ان کو پیار کرنا، ہر ایک سے مت لپٹنا۔ وہ تعلیم یافتہ ہوتی ہیں، تربیت یافتہ ہوتی ہیں، ٹریننگ یافتہ ہوتی ہیں، ہر ٹرین سے نہیں لپٹتیں، جس ٹرین کا حکم ہوتا ہے اس پر جا کر بیٹھ جاتی ہیں، اللہ اللہ کرنے والوں کو لپٹ جاتی ہیں۔ تو حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

بوئے آں دلبر چوں پرّاں می شود

ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

جب اللہ تعالیٰ کی خوشبو ذاکرین کو لپٹتی ہے تو زبان کی جمع زبانہا ہے، دنیا میں جتنی لغت ہیں، سارے عالَم کی ڈکشنریاں اور لغت کی کتابیں اللہ کے نام کی لذت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے:

﴿وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۠﴾

(سورۃ الاخلاص: آیۃ ۴)

یہاں نکرہ تحت النفی واقع ہوا ہے یعنی جس کا کوئی کفو نہیں ہوتا تو

اس کے نام کی لذت کا بھی کوئی کفو نہیں ہوسکتا، جنت کی حوریں بھی نہیں ہوسکتیں کیونکہ وہ حادث ہیں، مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ واجب الوجود اور قدیم اور خالق ہے، حوروں کی لذت اللہ تعالیٰ کو کیسے پاسکتی ہے؟ بے شک ان کی نسبت سے جنت نعمت ہے، سر آنکھوں پر ہے، اس لئے کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار جنت میں ہی ہوگا۔

فلاح کسے کہتے ہیں؟

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝﴾

(سورۃ الانفال: آیۃ ۴۵)

صاحبِ فتح القدیر علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

((اَیْ تَفُوْزُوْنَ بِسَعَادَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ))

(فتح القدیر: تحت سورۃ النور؛ ج ۴ ص ۳۰)

دیکھو وہ مالکِ دو جہاں ہے، جو ان کو یاد کرے گا اِس جہاں میں بھی عیش میں رہے گا اُس جہاں میں بھی عیش میں رہے گا۔ فلاح عربی زبان کا ایسا جامع لفظ ہے کہ شیخ محی الدین ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

((قَالُوْا فِي الْفَلَاحِ لَيْسَ فِيْ كَلَامِ الْعَرَبِ كَلِمَةٌ اَجْمَعَ لِخَيْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْهُ))

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج للنووی: باب ان الدین النصیحۃ؛ ج ۲ ص ۳۷)

یعنی لفظ فلاح کا مثل عربوں کے پاس یعنی جن پر اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو نازل کیا ان کے پاس بھی نہیں ہے۔ تو اللہ کے نام ہی سے دونوں جہانوں میں فلاح ملتی ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ذکر، ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔ ذاکر میں بھی ذال، کاف، را ہے اور مذکور میں بھی ذال، کاف، را ہے، تو ذکر ذاکر کو اٹھا کر عرشِ اعظم تک لے جاتا ہے۔

اللہ اللہ اسمِ پاکِ نامِ دوست
اسمِ اعظم از برائے قربِ اوست

اللہ اللہ کا یہ ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے اسمِ اعظم کا کام کرتا ہے۔

نفس کے ہاتھوں تنگ لوگوں کے لئے عجیب نسخہ

ایک اور اہم بات عرض کرتا ہوں۔ جو لوگ گناہوں کی ناپاکیوں سے نہایت درجہ تنگ اور عاجز ہیں، وہ ذکر اللہ پر دوام کریں کیونکہ ذکر اللہ سے بندہ اپنے مالک، اپنے اللہ کے پاس ہوتا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

((اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ))

(شعب الایمان للبیہقی: (مکتبۃ الرشد ریاض)؛ فصل فی ذکر اللہ عزّوجلّ؛ ج ۲ ص ۱۷۱)

حالتِ ذکر میں اللہ اس کا جلیس ہوتا ہے، اللہ اس کا ہم نشین ہوتا ہے۔ کیوں صاحب! بادشاہ کا ہم نشین عالی حوصلہ نہیں ہوگا؟ بولئے! سورج کے ہم نشین کا قلب ستاروں سے مرعوب ہوسکتا ہے؟ شیر کے ساتھ رہنے والے لومڑیوں سے ڈر سکتے ہیں؟ جو اللہ تعالیٰ کا ہم نشین ہوتا ہے تو اللہ پاک ہے، کتنا پاک ہے؟ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے لہٰذا اللہ کی پاکی بندہ میں ذکر کی برکت سے جذب ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے ذاکر آہستہ آہستہ متخلق ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ سارے عالَم سے اس کے اخلاق بڑھ جاتے ہیں، اس کے اخلاق کو سلاطینِ دنیا بھی نہیں پاسکتے کیونکہ سلاطینِ دنیا ہم نشینِ خدا نہیں ہیں اِلّا یہ کہ وہ سلطان جو صاحبِ نسبت ہو، اللہ والا ہو۔

یہ تو آیت کا ترجمہ اور تفسیر ہوگئی، اب جو دوسری آیت بیان کی تھی کہ بعض لوگ اس بات کا انتظار کررہے ہیں کہ ہمیں پہلے کچھ یکسوئی حاصل ہو اور ہمارا دل دنیا کے کباڑ خانہ سے پاک ہوجائے تب ہم اللہ کو یاد کریں گے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم پاک ہو ہی نہیں سکتے ،تم دنیا سے نہیں چھوٹ سکتے ہو جب تک میں تم کو نہیں کھینچوں گا کیونکہ تم مٹی کے ہو اور مٹی کے کھلونوں میں پھنسے ہوئے ہو،تمہاری مٹی ان کھلونوں سے نجات نہیں پا سکتی جب تک کہ تمہاری مٹی کا خالق تمہیں نہ کھینچے۔اور میں کیسے کھینچوں گا؟ جب میرا نام لوگے کیونکہ میرے نام میں مقناطیسی اثرات ہیں، میں خالقِ مقناطیس ہوں تو کیا میرے نام میں مقناطیسی اثرات نہیں ہوں گے؟ میرے سرچشمۂ تخلیق اور مرکزِ تخلیق سے مقناطیس کو کشش کی بھیک ملتی ہے تو خود میرے نام میں کتنی کشش ہو گی۔

نام لیتے ہی نشہ سا چھا گیا
ذکر میں تاثیر دورِ جام ہے

رب کسے کہتے ہیں؟

جب تم ہمارا نام لوگے، بزرگوں کے مشورے سے اللہ اللہ کرو گے کیونکہ کاٹتی تو تلوار ہے مگر اس وقت جب سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تو اثر تو ذکر ہی کرے گا مگر اس وقت جب مشیر کوئی اللہ والا ہو لہٰذا آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے، خالقِ مقناطیس کے نام کی برکت سے آپ کے قلب و روح اللہ کی طرف تدریجاً کھنچتے چلے جائیں گے کیونکہ رب کی تفسیر یہی ہے کہ اَلَّذِیْ یَجْعَلُ النَّاقِصَ کَامِلًا شَیْئًا فَشَیْئًا اَیْ عَلٰی سَبِیْلِ التَّدْرِیْجِ جو ناقص کو تدریجاً کمال تک پہنچائے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اتنی زبردست ہے کہ اگر ساتوں آسمان اور زمین کو فرما دیتے کُنْ تو وہ اسی وقت پیدا ہو جاتے لیکن فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ اللہ تعالیٰ نے ساتوں زمین و آسمان کو چھ دنوں میں بنایا۔اس میں بندوں کو سبق دیا ہے کہ باوجود قادرِ مطلق ہونے کے ہم نے

چھ دن میں کائنات بنائی اور تم جلد بازی مچاتے ہو، ہم سے سبق نہیں لیتے۔ یہ میرے شیخ کی تفسیر ہے۔

تعریف کی چار اقسام

اسی طرح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ دیکھو! حمد کی چار قسمیں ہیں (۱) بندہ بندے کی تعریف کرے (۲) بندہ اللہ کی تعریف کرے (۳) اللہ بندہ کی تعریف کرے (۴) اللہ خود اپنی تعریف کرے۔ ان چار قسموں کے علاوہ پانچویں قسم کوئی نہیں ہے۔ میرے شیخ جامع معقولات ومنقولات تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ الحمدللہ میں جو حمد ہے اس کی چار ہی قسمیں ہوسکتی ہیں، پانچویں نہیں ہوسکتی۔ اور سب کی سب تعریفاتِ اربع یعنی چاروں تعریفیں اللہ ہی کے لئے خاص ہیں۔

اور رب کی تفسیر میں حضرت فرماتے تھے کہ رب کے معنی ہیں کسی ناقص کو دھیرے دھیرے کامل کرنے والا۔ دیکھیں! لڑکا پندرہ سال میں بالغ ہوتا ہے، کیا اللہ تعالیٰ پہلے بالغ نہیں کر سکتے تھے؟ اس تدریجی نظام میں بہت سی حکمتیں ہیں لہٰذا روحانی بلوغ بھی آہستہ آہستہ نصیب ہوتا ہے۔ بعض لوگ جلد بازی کرتے ہیں کہ پہلے ہی دن تسبیح اٹھائی اور سمجھتے ہیں کہ آج ہی بایزید بسطامی کا مقام مل جائے گا۔ پھر اپنے شیخ کو لکھتے ہیں ہمارے کام ذرا جلدی بنایئے، بڑی دیر لگ رہی ہے، ہمیں کوئی فائدہ ہی محسوس نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر آج کوئی بچہ پیدا ہو اور ابّا جان اس کے روزانہ فیتہ لگائیں کہ آج کتنا بڑھا تو مایوس ہوجائیں گے۔ سال دو سال فیتہ مت لگاؤ، ایک سال بعد لگاؤ پھر خود پتا چل جائے گا کہ بچہ کہاں تک پہنچ گیا۔

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کردیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کردیا

تو ذکر کی برکت سے آہستہ آہستہ سالک اللہ کی طرف کھنچتا رہے گا اور غیر اللہ سے چھوٹتا رہے گا مگر تدریجاً۔ ایک زمانہ آئے گا، ان شاء اللہ کہ نفس کا گولا سو فیصد اس کے قلب اور اللہ کے درمیان سے ہٹ جائے گا اور اس کے دل کا پورا دائرہ روشن ہوجائے گا۔ اس کی اس زمانہ کی تقریر، اس زمانہ کی تحریر، اس زمانہ کی مجلس و گفتگو سراپا نور ہوگی، مِنْ اَوَّلِہٖ اِلٰی اٰخِرِہٖ۔ زِ فرق تا بہ قدم۔ کیونکہ وہ خود بھی سراپا نور ہوتا ہے، اس کی گفتگو بھی سراپا نور ہوتی ہے۔

وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ میں رب نازل ہونے کی وجہ

اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا کہ دیکھو اگر انتظارِ تبتل کروگے، یکسوئی کا انتظار کروگے تو ساری زندگی میرے ذکر سے محروم اور غافل رہوگے۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ جلدی ذکر شروع کردو لیکن عاشقانہ ذکر کرنا اور اگر کوئی کہے کہ عشق کی قید کیوں لگائی؟ تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے اس آیت میں خود کو رب کہا ہے، یہاں وَاذْکُرِ اللہَ نازل نہیں کیا، اپنے پالنے والے کا نام لو، رب کا لفظ اس لئے نازل کیا تاکہ تم محبت سے اللہ کا نام لو، عاشقانہ ذکر کی تعلیم اسی کے اندر موجود ہے۔ جیسے آدمی کہتا ہے کہ مجھے اپنے ابّا سے بڑی محبت ہے، کیونکہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔ اسی لئے ان کے لئے دعا کا حکم ہے:

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾

(سورۃ بنی اسرآئیل: آیۃ ۲۴)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے شیخ اور مربی کے لئے دعا کرنے کا استحسان مستنبط ہوتا ہے۔ (تفسیر بیان القرآن: (ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان) ج ۲ ص ۳۷۱) دلیل کے لئے بیان القرآن کا حاشیہ دیکھ لیجیے۔ میں جو بات بھی پیش کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ دلیل سے پیش کروں گا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے جس طرح جسمانی ماں باپ کے لئے دعا ثابت ہے اسی طرح روحانی باپ یعنی مربی اور شیخ کے لئے دعا کرنا بھی اسی آیت سے ثابت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد گناہ سے فرار اختیار کرنے سے آتی ہے

تو ذکر اللہ میں یکسوئی کا انتظار نہ کیجیے، اللہ کا ذکر ہمیں خود یکسو کردے گا، پہلے غیر اللہ سے خود کو چھڑانے کی کوشش نہ کرو، پہلے اللہ کا نام لینا شروع کردو۔ اسلوبِ قرآن، نزولِ قرآن کا اسلوب جو ترتیب بتارہا ہے کہ پہلے اللہ کا نام لو پھر تم خودبخود تبتّل کی طرف بڑھتے چلے جاؤ گے مگر پہلے تکلیف اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تبتّل بابِ تفعُّل سے نازل کیا ہے، اور بابِ تفعُّل میں تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے، یعنی تھوڑا اور ہم پر جان دو، پھر ہماری مدد آئے گی۔ یہ نہیں کہ تم معشوقوں سے چپٹے رہو اور اللہ کی مدد کے منتظر رہو۔ اگر حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس سجدہ میں رات دن روتے کہ اے خدا! مدد فرما تو ہرگز مدد نہ آتی۔ انہوں نے فوراً راہِ فرار اختیار کی فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ پر عمل کیا، اس کی برکت سے تالے ٹوٹتے چلے گئے۔ بعض لوگ ایسے نادان ہیں کہ معشوقوں سے ہر وقت گپ شپ لڑا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ! اس کے شر سے بچانا۔ ارے ظالمو! مقناطیس سے چپٹے ہوئے ہو اور کہتے ہو کہ اس سے بچانا، شیر کے منہ میں ہاتھ ڈالو اور کہو اے اللہ! شیر سے بچانا۔

ذکر کرتے ہوئے دنیاوی خیالات آنے کا علاج

لہٰذا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کا عاشقانہ ذکر کرو، اللہ کا نام محبت سے لو، اتنا ہی تصور کرلو کہ میں اپنے پالنے والے کا نام لے رہا ہوں، اپنے خالق اور پیدا کرنے والے کا نام لے رہا ہوں، جس کی زمین پر رہتا ہوں

اس کا نام لے رہا ہوں، جس کے آسمان کے نیچے سائے میں ہوں اس کا نام لے رہا ہوں، جس کے سورج سے روشنی لے رہا ہوں اس کا نام لے رہا ہوں، جس کی آکسیجن سے زندہ ہو رہا ہوں ان کا نام لے رہا ہوں، سمندر اور دریاؤں سے جو فائدہ اٹھا رہا ہوں ان کا نام لے رہا ہوں۔ اب اگر شیطان کہے کہ اس وقت جو تم تسبیح پڑھ رہے ہو مگر تمہارے گھر میں آٹا نہیں ہے یا رات میں بارش ہو رہی ہے، چھت نہ ٹپکنے لگے تو تم کہہ دو رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ میں اس ذاتِ پاک کا نام لے رہا ہوں جس کی برکت سے دن پیدا ہوتے ہیں، جو مشرق کا خالق ہے، جس کے آفتاب سے دن پیدا ہوتے ہیں، میں اُسی خالقِ آفتاب کا نام لے رہا ہوں، تو جو دن پیدا کرسکتا ہے وہ تمہارے دن کے کاموں کا بھی کفیل ہوسکتا ہے، دن پیدا کرنا زیادہ اہم ہے، آفتاب کو نکالنا زیادہ اہم ہے یا تمہاری روٹی زیادہ قیمتی ہے؟

لٰہذا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کے لئے ایک نسخہ بیان کیا ہے کیونکہ ذکر کے وقت اکثر وسوسہ شروع ہوجاتا ہے کہ بیکری جانا ہے، ڈبل روٹی انڈہ مکھن لینا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خبردار! دن کے کاموں کو میرے سپرد کردو کیونکہ میں دن کا خالق ہوں، جب دن پیدا کرسکتا ہوں تو تمہارے دن کے کاموں کا بھی کفیل ہوں۔ یہ ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ کا راز۔ اسی طرح وَالْمَغْرِبِ اور میں رات بھی پیدا کرتا ہوں لٰہذا رات کے افکار کے لئے بھی مجھے یاد کرلو کہ رات کا خالق جو ہے وہ میرے پاس ہے، اس وقت ہم ان کا نام لے رہے ہیں تو ہمارے رات کے کام بھی بن جائیں گے۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ سے دن کے کاموں کے لئے اللہ پر نظر ڈالو کہ وہ ہمارے دن کے سب کام بنادیں گے اور وَالْمَغْرِبِ سے رات کے کام اللہ کے نام کی برکت سے ہوجائیں گے۔ تو رات اور دن کے سارے افکار اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرو۔

دل کا ایک ہونا توحیدِ باری کی دلیل ہے۔علمِ عظیم

آگے ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔اس کا کوئی اور شریک نہیں ہے۔ اگر ربوبیت میں پارٹنر شپ ہوتی تو کیا ہوتا؟ کہتے کہ بھئی ایک رب جو ہے وہ تو آج کل ہماری موافقت میں ہے مگر دوسرا کچھ ناراض ہے۔لہٰذا فرمایا کہ نہیں، بس ہم ہی ہیں ہمیں ہی راضی کرلو،تمہارا دل بھی ایک ہے اور ہم بھی ایک ہی ہیں، اگر دنیا کو پیدا کرنے والے دو خدا ہوتے تو وہ اپنے بندوں کے بھی دو دل پیدا کرتے،تا کہ ہر خدا اپنا اپنا دل چھانٹ لے لیکن چونکہ اللہ ایک ہی ہے، اس لئے اس نے ایک ہی دل پیدا کیا۔توحید کی یہ دلیل اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی کہ خدا ایک ہے لہٰذا دل بھی ایک ہی پیدا کیا،اگر دو خدا ہوتے تو دو دل پیدا ہوتے۔ایک دل ایک خدا مانگتا اور دوسرا دل دوسرا خدا مانگتا لیکن اللہ تعالیٰ ایک ہے تو بندوں کو بھی ایک ہی دل دیا کہ اسی دل کو اپنے اللہ پر فدا کردو۔ اب میں کہتا ہوں کہ جو معشوقوں کو دل دیتا ہے وہ مشرک ہے مشرک، یہ میں فتویٰ کی بات نہیں کررہا ہوں، یہ عشق و محبت کے دارالعلوم کا فیصلہ بتا رہا ہوں۔ بتائیے! اللہ نے یہ دل اپنے لئے بنایا ہے یا ان مرنے والوں کے لئے بنایا ہے؟ میں پہلے مطب بھی کرتا تھا تو جتنے رومانٹک دنیا والے ہیں سب بدحواس، حواس باختہ، بے ساختہ،مثلِ فاختہ اڑتے ہوئے آتے تھے اور اپنی پریشانی ظاہر کرتے تھے،اختر نے کسی کو چین سے نہیں پایا، میں ان سے یہی کہتا تھا ۔

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا نقطۂ آغاز بربادی کی انتہا ہے

واللہ! مسجد میں روزہ کی حالت میں کہہ رہا ہوں کہ غیر اللہ کی طرف

پہلی ہی نظر، خدا سے دوری کا نقطۂ آغاز جس کو انگریزی میں زیرو پوائنٹ کہتے ہیں، اسی وقت سے اس کے چہرہ کا رنگ بدل جاتا ہے اور چہرہ کا نور غائب کردیا جاتا ہے حالانکہ ابھی آنکھوں سے دیکھا بھی نہیں، صرف دل میں حرکت ہوئی کہ اس معشوق کو دیکھوں، اللہ کی نافرمانی کا نقطۂ آغاز اس کی بربادی کی انتہا ہوتی ہے اور اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ہمارے لئے ارادۂ تعمیر فرمالے تو حق تعالیٰ کے ارادۂ تعمیر کا نقطۂ آغاز ہماری انتہائے بربادی کے لئے بھی کافی ہے، ہماری بربادی کی منتہا کے لئے اللہ تعالیٰ کی تعمیر کا نقطۂ آغاز ہی کافی ہے۔

تو جب اللہ کو یاد کروگے تو شیطان آئے گا اور تمہیں خدا سے دور کرنے کی کوشش کرے گا اور تمہیں انڈا، روٹی، مکھن میں لگائے گا کہ چلو ناشتہ کا انتظام کرو۔ اس کو کہہ دو کہ ناشتہ کے انتظام سے پہلے روح کے لئے حلوہ پوری اسی نام میں، اللہ تعالیٰ کے نام میں موجود ہے، وہ بھی پوری کی پوری موجود ہے۔ اس لئے پہلے اللہ کا نام لے کر روح کو ناشتہ کراؤ جس کی برکت سے جسم قائم ہے، اگر روح نہ ہو تو کوئی ناشتہ کرسکتا ہے؟ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک بزرگ دیر تک اشراق پڑھ رہے تھے، جب مسجد سے نکلے تو مہمان نے کہا کہ میں صبح کی چائے پینے کا عادی ہوں، آپ مسجد میں بیٹھے رہے اور چائے نہ پینے سے میری رگ کھڑی ہوگئی، تڑپ رہی ہے، رگ ٹپ ٹپ کررہی ہے۔ آپ وہاں کیا کررہے تھے؟ تو ان بزرگ نے فرمایا کہ میں اپنی روح کو ناشتہ کرارہا تھا۔

لہٰذا خبردار! خبردار! نفس و شیطان سے کہہ دو کہ اے دشمنِ ایمان! خبردار! خبردار! قریب نہ آنا، ہم سے دور رہو، اگر یہ دور نہ ہوں، لپٹنا چاہیں تو تم ان سے دور بھاگو، فَفِرُّوْٓا ہوجاؤ۔ اگر سانپ آرہا ہو تو آپ کیسا بھاگو گے؟ میر صاحب بتائیں گے۔ دیکھو! کیا کہہ رہے ہیں کہ اُدھر مڑ کر بھی نہیں دیکھے گا

کہ سانپ آ رہا ہے یا نہیں؟ اتنا تیز بھاگے گا کہ بہت دور جا کر دیکھے گا کیونکہ ڈر ہوتا ہے کہ اگر مڑ کے دیکھوں گا تو ہوسکتا ہے سانپ قریب ہی ہو اور کاٹ لے، لہٰذا بھاگتا ہی چلا جائے گا۔ تو ان دشمنِ ایمان یعنی عشقِ بتاں، حسینوں اور نمکینوں سے دور رہو ورنہ روح کا بلڈ پریشر بڑھ جائے گا۔ جس طرح آسمانی چاند سے سمندروں میں طوفان ہوجاتا ہے کہ چودہ تاریخ کا چاند سمندر میں طوفان مچا دیتا ہے، اسی طرح زمین والے چاندوں سے ہوشیار رہو، یہ تمہارے دل کے سمندر میں طغیانی پیدا کردیں گے اور تم کو بھی طغیانی میں مبتلا کردیں گے لہٰذا الا اللہ سے ان کی نفی کرو۔

مخلوق کی ایذاء رسانی میں تربیت کے راز پوشیدہ ہیں

فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔ جو اللہ تمہارے لئے دن اور رات کو پیدا کرتا ہے، اپنے اُسی اللہ پر بھروسہ کرو، وہ تمہارے دن اور رات کے سب کاموں کو بنادے گا۔ لیکن کبھی کچھ حاسدین بھی ہوجائیں گے، وہ آپ کو مُلّا کہیں گے کہ ارے داڑھی رکھ لی، وہ بھی ایک مٹھی، لاحول ولاقوۃ، تم تو ناقابلِ واپسی ہوگئے ہو۔ جبکہ انگریزی میں خود کہتے ہیں old is gold یعنی پرانی چیز تو سونا ہوتی ہے اور یہ بے چارے چودہ سو برس پہلے والا چہرہ بنارہے ہیں، اپنے رسولِ خدا ﷺ کا چہرہ بنارہے ہیں تو تم ان سے لڑتے ہو۔

تو اللہ نے سکھادیا کہ بھئی تمہارے دشمن بھی ضرور ہوں گے:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا﴾

(سورۃ الانعام: آیۃ ۱۱۲)

جب اللہ نے نبیوں کے لئے عدو اور دشمن بنائے تو جو ان کے متبعین ہیں ان کے لئے بھی حاسد اور دشمن پیدا کئے جائیں گے۔ اس میں اَسرارِ تربیت ہیں،

نبیوں کی بھی تربیت ہے کیونکہ وہ ارواحِ انبیاء کا بھی رب ہے اور ارواحِ اولیاء کا بھی رب ہے۔ اس تربیت میں یعنی حاسدین کے ذریعہ ستائے جانے میں بندہ میں انتہائی عبدیت پیدا کی جاتی ہے کیونکہ جب لوگ ستاتے ہیں تو دل شکستہ ہوتا ہے، جیسے جیسے دل شکستہ ہوتا جاتا ہے خدا سے قریب ہوتا جاتا ہے۔

کوہِ طور کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی عاشقانہ توجیہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوہِ طور پر تجلی نازل ہوئی تو کوہِ طور پہاڑ پارہ پارہ ہوگیا۔ عام مفسرین نے لکھا کہ وہ اللہ کی تجلی برداشت نہیں کرسکا اس لئے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ لیکن مولانا جیسا عاشق اس کی عاشقانہ توجیہ کرتا ہے، فرماتے ہیں کہ کوہِ طور عاشق مزاج تھا، خدا کا عاشق تھا، وہ اس لئے ریزہ ریزہ ہوا تھا کہ اگر ریزہ ریزہ نہ ہوتا تو اللہ کی تجلی ظاہری سطح پر رہ جاتی، اس کے اندر داخل نہ ہوتی ؎

بر برونِ کوہ چو زد نورِ صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

کوہِ طور اس لئے پارہ پارہ ہوگیا تاکہ میرا اللہ میرے اندر بھی آجائے، اس پہاڑ کی ظاہری سطح پر، بیرونی سطح پر جب صمد کی تجلی ہوئی، اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ صمدیہ نازل ہوئیں، اس وقت پہاڑ اس لئے ٹکڑے ٹکڑے ہوا تاکہ اس کے باطن میں بھی اللہ کے انوار اور تجلی سما جائے کیونکہ وہ پہاڑ اللہ کی محبت کا پیاسا تھا۔ اور اس کی بڑی عجیب دلیل مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں ؎

گرسنہ چوں بر کفش زد قرصِ نان
واشگافد از ہوس چشم و دہان

فرماتے ہیں کہ کسی کو تین دن سے کھانا نہ ملا ہو اور کوئی اس کے ہاتھ پر روٹی رکھے تو

اس کا منہ پھیل جائے گا حالانکہ گرفتِ اوّلیں جو ہے وہ تو پہلے ہاتھ میں ہے، گرفتِ ثانوی اس کے منہ میں ہوگی لیکن ہاتھ کے ساتھ ساتھ منہ بھی کھل جائے گا۔ کیوں؟ غلبۂ شوقِ روٹی میں۔ تو غلبۂ شوقِ تجلیاتِ الٰہیہ میں پہاڑ نے اپنا منہ کھول دیا۔

اپنے ایمان کو روشن تر کرنے کا آسان نسخہ

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اگر پھولوں سے دوستی کرنی ہے تو کانٹوں کو برداشت کرو، اگر اللہ سے محبت کرنی ہے تو گناہ چھوڑنے کے کانٹے برداشت کرو، اگر بھینس کا دودھ لینا ہے تو گوبر کو برداشت کرو لہٰذا حاسدین کے شر کو نظر انداز کرو، ان کے پیچھے اپنی زندگی ضائع نہ کرو۔ اس کے لئے اللہ کافی ہے۔ جس کا اللہ ولی بنتا ہے، حاسدین اس کے چراغ کو نہیں بجھا سکتے چاہے کتنا ہی پھونک ماریں، ان کی داڑھی جلے گی اور اِس کا چراغ روز بروز روشن ہوتا چلا جائے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب میں اپنی ناجائز آرزوؤں کا خون کروں گا تو میرا دل تو بجھا ہوا ہوگا، افسردہ ہوگا۔ اس کا جواب مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل افسردہ نہیں ہوگا بلکہ تمہارے دل کی روشنی اتنی بڑھ جائے گی کہ تمہاری وجہ سے دوسرے لوگ بھی زندہ دل ہوں گے۔ کیسے؟ مولانا کی مثال سنئے ؎

گر مرا صد بار تو گردن زنی
ہم چو شمعے برفروزم روشنی

اے خدا! اگر آپ سو دفعہ بھی اپنے حکم کی تلوار سے میری ناجائز آرزوؤں کی گردن کاٹنا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لئے تیار ہیں، ہم مثلِ چراغ کے اپنی روشنی بڑھاتے رہیں گے۔ جیسے چراغ جب گُل ہوجاتا ہے، اس کی بتی جل جاتی ہے، اس سے دھواں اُڑنے لگتا ہے تو قینچی سے اس کی گردن کاٹتے ہیں،

بتاؤ!اس سے چراغ کی روشنی بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے؟ بس سمجھ لیجیے کہ ہرخونِ آرزو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ارادے اور تقاضے کو جب انسان اللہ کے حکم کی قینچی سے کاٹتا ہے تو ایمان کی روشنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

آپ لوگوں نے گناہوں کے تقاضوں پر اللہ کے حکم کی جو قینچی لگائی ہے اس سے گھبرانا نہیں چاہیے، یہ ہماری ایمانی روشنی بڑھانے کے لئے ہے۔ رہ گئی تکلیف۔ اگر کوئی کہے کہ گناہ سے بچنے میں بہت تکلیف ہوتی ہے، کیا کہوں دوستو! ارے تمہاری جھولی سے کنکر پتھر چھین رہے ہیں تو تم کہتے ہو بہت تکلیف ہوتی ہے، جب موتی دیں گے تب پتا چلے گا کہ یہ تکلیف ہے یا مزہ ہے؟ یہ تکلیف نہیں ہے کیونکہ اللہ کے عاشقوں کو ہر وقت نئی جان عطا ہوتی ہے۔ دیکھئے! حسینوں کو دیکھنے سے، غیر اللہ میں مشغول ہونے سے جان تحلیل ہوتی ہے، جسم کمزور ہوتا ہے، اجزائے عناصرِ اربع تحلیل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی پر جان دینے سے ہر وقت ایک نئی جان عطا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جاپان کی طرح ری کنڈیشن موٹر نہیں دیتے، ری کنڈیشن روح نہیں دیتے ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

آہ! ہم سب اللہ کی مرضی پر چل کر اپنی گردن کو ان کے حکم پر تسلیم کر دیں تو دیکھئے، ان شاء اللہ تعالیٰ! خدا کی طرف سے ہر وقت ایک نئی جان عطا ہوگی۔ کتنا فرق ہے دونوں میں۔ آہ! ایک طرف چراغ ہے دھواں دیتا ہوا اور کہاں وہ آفتابِ کرم، اس کی طرف جاؤ، کہاں جاتے ہو ناامیدیوں کی طرف؟ اندھیروں کی طرف، غلاظتوں کی طرف، نجاستوں کی طرف، مُردوں کی طرف، قبرستان کی طرف کہاں جاتے ہو؟ اللہ کی محبت سے دل کو آباد کرو، ان شاء اللہ لاکھوں انسان تم سے آباد ہوں گے ؎

نفسِ خود را کش جہانے زندہ کن
خواجہ را کشتہ ست او را بندہ کن

میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ یہ شعر بہت پڑھا کرتے تھے کہ اپنے نفس کو مارنے سے گھبراؤ مت، تمہیں ایسی زندگی عطا ہوگی کہ ایک جہان تم سے زندہ ہوگا، ایک عالَم تم سے زندہ ہوگا، اس لئے مردانہ حملہ کرکے نفس کو گرادو اور اس کے لئے اہل اللہ کی صحبتوں سے مدد حاصل کرو۔

حاسدین کا علاج

آگے آیت ہے **وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا** حاسدین کے کلمات کا جواب مت دو، دشمنوں کی باتوں کا جواب ہی مت دو بلکہ خاموشی سے ہجرانِ جمیل اختیار کرو اور ہجرانِ جمیل کی تعریف مفسرین نے کی ہے:

((اَلْهِجْرَانُ الْجَمِيْلُ الَّذِيْ لَاشِكْوٰى فِيْهِ وَلَا انْتِقَامَ))

(تفسیر بیان القرآن: (ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ملتان)، ج ۳ ص ۵۹۵)

جس ہجران میں نہ تو شکوہ و غیبت ہو نہ انتقام ہو، سب کو معاف کردو،

((اَلَّذِيْ يَنْظُرُ اِلٰى مَجَارِى الْقَضَآءِ لَا يُفْنِيْ اَيَّامَهٗ بِمُخَاصَمَةِ النَّاسِ))

(روح المعانی: (رشیدیہ)، ج ۱۳ ص ۱۰۳ و تفسیر بیان القرآن: (ملتان)، ج ۲ ص ۲۶۵)

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی نظر اللہ کے فیصلوں پر ہوتی ہے کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہمارے ساتھ یہ معاملات پیش نہ آتے، پھر وہ اپنے لمحاتِ زندگی اور ایامِ زندگی کو لوگوں کے ساتھ جھگڑوں میں ضائع نہیں کرتا، وہ اپنے بھائیوں سے یہی کہتا ہے جو جانِ یوسف علیہ السلام نے اعلان کیا تھا:

﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط﴾

(سورۃ یوسف: آیۃ ۹۲)

اے میرے بھائیو! تم پر آج (میری طرف سے) کوئی الزام نہیں (بے فکر رہو، میرا دل صاف ہوگیا) (ترجمہ از بیان القرآن)۔

بس یہ مضمون جو بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اللہ پاک اس کو قبول فرمائے۔ میر صاحب یاد دلا رہے ہیں کہ خواجہ صاحب حالتِ ذکر میں کون سے تین شعر پڑھا کرتے تھے؟ وہ تین شعر یہ ہیں ؎

دل مرا ہوجائے اک میدانِ ھُو
تو ہی تو ہو تو ہی تو ہو تو ہی تو
اور مرے تن میں بجائے آب و ِگل
دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر
تو ہی تو آئے نظر دیکھوں جدھر

جس کو حسینوں کا حسن دیکھنا ہو تو کویت چلا جائے، وہاں پانچ ہزار لاشیں پڑی تھیں، تین دن کے بعد حسینوں کے گالوں کو، ان کی آنکھوں کو اور کالے بالوں کو دیکھتے پھر اپنا منہ پیٹتے۔ کاش! خدائے تعالیٰ اس خباثت میں اور زندگی کے ضائع کرنے میں ابتلاء سے، ہر مومن کو اور سارے عالَم کو نجات دے۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہے کہ مردہ ہمیں مردہ کردے۔ زندہ حقیقی پر اگر ہم مرجائیں تو ہماری موت بھی شہادت ہے اور ہم ہمیشہ کے لئے زندہ ہوجائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، لیکن خدا نہ کرے کہ مُردوں پر ہم مردہ ہوجائیں اور ان مُردوں سے سوائے لات اور گھونسے کے کچھ نہیں ملے گا۔ ان کا نام کفارِ قریش نے لات ومنات رکھا تھا، لات ومنات سے دوستی کروگے تو لات ہی لات ملیں گی۔

بس اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ پاک میری اس گذارش کو ان

بزرگوں کے صدقہ میں قبول فرما یعنی حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب دامت برکاتہم۔ اللہ ان بزرگوں کی برکت سے میری گذارشات کو مؤثر بنادے اور ہمارے دلوں میں اس کو اتار دے اور ہم سب کو صاحبِ نسبت بنادے اور جن کی نسبت ضعیف ہے ان کو قوی فرمادے، جن کی قوی ہے ان کی اقویٰ فرمادے۔

اے اللہ! اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے جہاں سے نبوت کا آغاز ہوتا ہے، نبوت کا دروازہ تو آپ نے بند فرمادیا لیکن اولیاء صدیقین کے آخری سے آخری، انتہا سے انتہا تک کے دروازے قیامت تک کے لئے کھلے ہوئے ہیں، آپ اپنی رحمت سے، اپنے کریم ہونے کے صدقہ میں اور حاملینِ عرش فرشتوں کی آمین کے صدقہ میں ہم سب کو اس آخری سرحد تک پہنچادیجیے اور اولیاء صدیقین کا ایمان، ان کا یقین، ان کا زہد وتوکل، ان کی خشیت اور ان کے اَخلاق واعمال ہم سب کو اپنی رحمت سے نصیب فرمادیجیے۔ دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما، اے کریم! اپنے دستِ کرم کو بڑھائیے، ہماری جھولیوں کو غلاظتوں سے اور تمام خباثتوں سے پاک فرمادیجیے اور ساتھ ساتھ ہمیں اخلاقِ حمیدہ، اولیاء کے اخلاق سے اپنی رحمت سے آراستہ بھی فرمادیجیے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

کلامِ مجذوبؔ

(حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

جب کسی سے لَو لگالی جائے گی
پھر یہ آشفتہ خیالی جائے گی

بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی
دل کی بات آنکھوں سے پالی جائے گی

شیخ پینے کا ارادہ تو کرے
حوضِ کوثر سے منگالی جائے گی

ڈال کر اُن پر نظر اے چشمِ شوق
جان آفت میں نہ ڈالی جائے گی

جس کو تاکوں گا نشیمن کے لئے
بس وہ ڈالی کاٹ ڈالی جائے گی

داغِ دل چمکے گا بن کر آفتاب
لاکھ اِس پر خاک ڈالی جائے گی

لاکھ ہو بحرِ محبت پُر خطر
کشتیٔ دل اِس میں ڈالی جائے گی

مستیاں مجذوبؔ اب زیبا نہیں
وقعتِ پیرانہ سالی جائے گی

اہل اللہ کی ملاقات میں کیا نیت ہونی چاہئے؟

اللہ تعالیٰ جس بندہ کو توفیق توبہ دیتا ہے تو یہ اصل میں عرشِ اعظم کے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایات کا اُس بندہ پر دنیا میں ظہور ہوتا ہے۔ اس لئے توبہ واستغفار سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جُڑنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، لیکن استغفار وتوبہ کی حقیقت بھی اللہ والوں ہی سے ملتی ہے۔ اختر نے اپنے شیخ شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو تین بجے رات کو اتنا روتے ہوئے پایا ہے کہ آہ! دور تک سسکیوں کی آواز جاتی تھی۔ اور حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سجدہ میں، مناجات میں اتنا روتے ہوئے پایا ہے کہ ہم سے سننے والوں کے کلیجے پھٹنے لگتے تھے۔ یہ حقیقتِ استغفار وتوبہ اور یہ روح ملتی ہے اللہ والوں کی صحبت سے بشرطیکہ اس کی نیت بھی ہو۔ نیت معنی گٹھلی۔ اگر گٹھلی نیم کی ہے تو نیم ہی ملے گا۔ اگر خانقاہ آنے جانے میں نیت یہ ہو کہ وہاں دو چار دوست رہتے ہیں، ٹائم اچھا پاس ہو جاتا ہے، اچھی چائے کینیا والی پینے کو ملتی ہے تو اگر اس کی نیت چائے پانی کی ہے تو چائے پانی ہی پائے گا۔ اس لئے نیت کرو اللہ والوں کی ملاقات میں کہ اے خدا! اللہ والوں کے سینہ میں جو آپ کی محبت کا درد اور ایمان اور یقین ہے، ہمارے قلب میں منتقل فرما دے، یہی حاصلِ خانقاہ ہے، خانقاہوں سے چشمِ گریاں اور قلبِ بریاں حاصل نہیں کیا تو آپ نے خانقاہ کا حق ادا نہیں کیا۔

(۱۹۹۰/۱۱/۱۔ بروز جمعرات بعد فجر، مسجد اشرف، گلشن اقبال میں بیان سے اقتباس)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com